مسلمانانِ پاکستان کے تازہ مصائب

از

سیدنا حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ۔ ھُوَالنَّاصِرُ

مسلمانانِ پاکستان کے تازہ مصائب

گیارہ اور بارہ ستمبر کی درمیانی رات میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک جگہ پر ہوں جو نہ قادیان معلوم ہوتی ہے اور نہ لاہور کا موجودہ مکان بلکہ کوئی نئی جگہ معلوم ہوتی ہے۔ ایک کھلا مکان ہے جس کے آگے وسیع صحن معلوم ہوتا ہے۔ میں اُس کے صحن میں کھڑا کچھ لوگوں سے باتیں کر رہا ہوں۔ باتوں کا مفہوم کچھ اس قسم کا ہے کہ قریب زمانہ میں مسلمانوں پر ایک بڑی آفت آنی ہے اور عنقریب کچھ اور حوادث ظاہر ہونے والے ہیں جو پہلی مصیبت سے بھی زیادہ سخت ہوں گے اور مسلمانوں کی آنکھوں کے آگے قیامت کا نظارہ آجائے گا۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ دُور اُفق میں مجھے ایک چیز اُڑتی ہوئی نظر آئی۔ یہ چیز ابوالہول کی شکل کی تھی اور اسی کی طرح عظیم الجثہ معلوم ہوتی تھی۔ ابوالہول کی طرح اس کی بنیاد بہت چوڑی تھی اور اوپر آکے اس کا جسم نسبتاً چھوٹا ہو جاتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اوپر کے حصہ میں بجائے ایک سر کے اُس کے دو سَر لگے ہوئے ہیں۔ ایک سر ایک کونہ پر ہے اور دوسرا سر دوسرے کونہ پر اور درمیان میں کچھ جگہ خالی تھی۔ اس کی جسامت اور ہیبت کو دیکھ کر میں نے قیاس کیا کہ یہی وہ بلا ہے جس کے متعلق خبر پائی جاتی ہے اور میں نے ان لوگوں سے جن سے میں باتیں کر رہا تھا کہا وہ دیکھو وہ چیز آ گئی ہے۔ میرے دیکھتے دیکھتے وہ بلائے عظیم اُڑتی ہوئی ہمارے پاس سے آگے کی طرف گزر گئی اور تمام علاقہ کے لوگوں میں شور پڑ گیا کہ اب کیا ہوگا؟ وہ قیامت خیز تو آ گئی۔ اُس وقت میں نے دیکھا کہ مستورات جلدی جلدی کمروں کے اندر گھس گئیں لیکن میں صحن میں ٹہلتا رہا۔ میں ٹہل ہی رہا تھا کہ کسی نے باہر سے آواز دی۔ میں دروازہ پر گیا تو میں نے دیکھا کہ دو کشتیاں دروازہ

کے سامنے کھڑی تھیں لیکن وہاں پانی کوئی نہیں اور کشتیوں کے نیچے چھوٹے چھوٹے پہیے ہیں۔ ایسے چھوٹے جیسے بعض ٹرائیسکلوں کے اگلے چھوٹے پہیے ہوتے ہیں بلکہ ان سے بھی کچھ چھوٹے۔ مجھے دیکھ کر جو کشتی میں بیٹھے ہوئے آدمیوں کا افسر تھا اُس نے کہا کہ آپ اور آپ کے ساتھی کشتیوں میں بیٹھ جائیں، یہ آپ کے لئے بھجوائی گئی ہیں تا کہ آپ ان میں بیٹھ کر محفوظ جگہ پر چلے جائیں۔ اور اُس جگہ کا نام اس نے سٹیشن لیا گویا پاس کوئی سٹیشن ہے جس پر جانے سے اس کے نزدیک نسبتی طور پر حفاظت حاصل ہو جاتی ہے۔ مجھے یہ یاد نہیں رہا کہ اس نے کس شخص کی طرف منسوب کیا کہ اس نے کشتیاں بھیجی ہیں۔ ہاں یہ یقینی یاد ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف اس نے منسوب نہیں کیا بلکہ کسی انسان کی طرف منسوب کیا ہے۔ میں نے اُس شخص سے کہا کہ یہاں پانی تو کوئی نہیں یہ کشتیاں کس طرح چلیں گی؟ اس نے جواب میں کہا یہ کشتیاں بغیر پانی کے چلتی ہیں۔ ان کشتیوں میں بادبان بھی لگے ہوئے تھے اور ان کے نیچے پہیے بھی لگے ہوئے تھے۔ پہلے میں نے چاہا کہ گھر کے لوگوں اور باقی ساتھیوں کو لے کر ہم کشتیوں میں بیٹھ جائیں اور اسٹیشن پر چلے جائیں جسے نسبتاً محفوظ کہا جاتا ہے لیکن پھر میرے دل میں خیال آیا کہ اسٹیشن پر جانے کا کیا فائدہ ہے اللہ تعالیٰ میں طاقت ہے وہ چاہے تو بلاء کو ٹلا دے۔ تب میں نے اس شخص سے کہا کہ میں تو وہاں نہیں جانا چاہتا، میں تو یہیں رہوں گا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد گو مجھے وہ بَلاء نظر تو نہیں آتی جو اُڑتی ہوئی نظر آئی تھی اور جس کے دو سَر تھے لیکن میں نے یوں محسوس کیا کہ گویا وہ بَلاء آپ ہی آپ سکڑنے لگ گئی اور چھوٹی ہونی شروع ہوگئی۔ اُس وقت کسی شخص نے آکر مجھے مبارکباد دی اور کہا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ پر توکّل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بَلاء کا اثر مٹا دیا ہے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

وقت کے لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ رؤیا قائداعظم کی وفات کے بعد آئی ہے کیونکہ اُن کی وفات کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ساڑھے دس بجے ہوئی ہے اور میں بالعموم سوتا ہی گیارہ بجے کے بعد ہوں۔ غالباً صبح کے قریب یہ رؤیا ہوئی ہے لیکن مجھے صبح ۹ بجے قائداعظم کی وفات کا علم ہوا اس لئے جہاں تک اِس رؤیا کا تعلق ہے یہ اس علم کے نتیجہ میں نہیں بلکہ اس علم سے پہلے کی ہے۔ اس رؤیا میں یہ بتایا گیا تھا کہ مسلمانوں پر قریب زمانہ میں اور ایک دوسرے سے پیوستہ

دو مصیبتیں آنے والی ہیں اور بظاہر یوں نظر آئیں گی کہ گویا مسلمانوں کو تباہ کردیں گی لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اُن لوگوں کے طفیل جو اللہ تعالیٰ پر توکّل کرنے کے عادی ہیں ان مصیبتوں کے بدنتائج کو مٹادے گا اور اس خطرۂ عظیمہ سے مسلمان محفوظ ہو جائیں گے۔

جب مجھے قائداعظم کی وفات کا علم ہوا تو میں نے سمجھا کہ ایک مصیبت تو ان کی وفات ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مصیبت مسلمانوں کے لئے درحقیقت ۱۹۴۷ء کے واقعات سے بھی زیادہ سخت ہے کیونکہ گو ۱۹۴۷ء میں لاکھوں مسلمان مارا گیا لیکن اُس وقت ان کے حوصلے توڑنے والی کوئی چیز نہیں تھی لیکن ایک ایسے لیڈر کا جس سے قوم کی امیدیں وابستہ ہوں ایسے وقت میں جدا ہو جانا جبکہ خطرات ابھی بڑھ رہے ہوں اور امید کے پہلو بھی منکشف ہو رہے ہوں نہایت سخت تکلیف دِہ ہوتا ہے۔ پس یہ دھکا ایسا تھا کہ جس نے ۱۹۴۷ء کے واقعات سے بھی زیادہ مسلمانوں کے دلوں کو دِہلا دیا۔

مجھے اللہ تعالیٰ نے اس رؤیا کے ذریعہ سے یہ علم بخشا کہ مسلمان اس صدمہ کی برداشت کی طاقت پا جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ایسے سامان کردے گا کہ اس نقصان سے پاکستان کی بنیاد ہلے گی نہیں بلکہ الٰہی تدبیر سے محفوظ ہو جائے گی۔ مگر مجھے اُس وقت یہ خیال آتا تھا کہ یہ جو خواب میں مَیں نے بَلاء دیکھی ہے اس کے دو سر تھے۔ ایک سر سے تو اُس ابتلاء کی طرف اشارہ ہوا جو قائداعظم کی وفات کی وجہ سے مسلمانوں کو پہنچا لیکن دوسرا سر جو دکھایا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے۔ دوسرے دن یہ خبر شائع ہوئی کہ ہندوستانی فوجوں نے حیدرآباد پر حملہ کردیا ہے۔ تب میں نے قیاس کیا کہ دوسرے سر سے مراد حیدرآباد پر حملہ ہے اور چونکہ خواب میں کسی مصیبت کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا تھا اس لئے میرے دل میں خیال گزرا کہ کہیں یہ حیدرآباد کا حملہ بھی ایک مصیبت نہ بن جائے۔ آخر کل کی خبروں سے معلوم ہوا کہ حیدرآباد نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ نظام نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں اور یہ واقعہ تمام باشندگانِ پاکستان کے لئے نہایت ہی غم و اندوہ کا موجب ثابت ہوا ہے بلکہ اس تھوڑے سے وقت میں مَیں نے تو بعضوں سے یہاں تک سنا ہے کہ اب جبکہ ہندوستان حیدرآباد سے فارغ ہو گیا ہے وہ پاکستان کی طرف رُخ کرے گا۔

یہ رؤیا جس دن مجھے آئی تھی، اُسی دن صبح کو ایک معزز غیر احمدی آفیسر محمد یعقوب صاحب فریدی جو کھیوڑہ کی نمک کی کانوں کے سپرنٹنڈنٹ ہیں مجھے ملنے کے لئے مولوی عبدالودود صاحب کی معیت میں تشریف لائے تھے۔ فریدی صاحب حضرت سلیم صاحب چشتی کی اولاد میں سے ہیں جو کہ اکبر بادشاہ کے پیر تھے اور فتح پور سیکری میں جن کا مزار ہے۔ دورانِ گفتگو میں قائداعظم کی وفات کا ذکر آیا تو میں نے اُن کو یہ رؤیا سنائی۔ وہ ایک تعلیم یافتہ اور معزز عہدہ دار ہیں اور احمدیت سے ان کو کوئی تعلق نہیں۔ وہ حلفیہ گواہی اِس پر دے سکتے ہیں کہ میں نے یہ رؤیا ۱۲ رتاریخ کی صبح کو ان کو سنا دی تھی اور رؤیا میں جو میں نے ابوالہول کا دوسرا سر دیکھا ہے اس پر میں نے حیرت کا بھی اظہار کیا تھا کہ میں نے ایک سر کی بجائے دو سر دیکھے ہیں۔

میں اِس رؤیا کی بناء پر سمجھتا ہوں کہ گو یہ دونوں واقعات مسلمانوں کیلئے نہایت تکلیف دِہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان صدمات کو چھوٹا کر دے گا اور مسلمانوں کو ان کے بداثر سے محفوظ رکھے گا اگر مسلمان خدا تعالیٰ پر توکل کا اظہار کریں اور کسی لیڈر کی وفات کا جو سچا ردّعمل ہوتا ہے وہ اپنے اندر پیدا کریں۔ یعنی اس کی نیک خواہشات کو پورا کرنے کی کوشش کریں تو یقیناً مسٹر جناح کی وفات مسلمانوں کی تباہی کا موجب نہیں بلکہ مسلمانوں کی مضبوطی کا موجب ہوگی۔

بانی سلسلہ احمدیہ جب فوت ہوئے ہیں اُس وقت میری عمر اُنیس سال کی تھی ان کی وفات اسی لاہور میں ہوئی تھی اور ان کی وفات کی خبر سنتے ہی شہر کے بہت سے اوباشوں نے اس گھر کے سامنے شور وغوغا شروع کر دیا تھا جس میں ان کی لاش پڑی ہوئی تھی اور ناقابل برداشت گالیاں دیتے تھے اور ناپسندیدہ نعرے لگاتے تھے۔ مجھے اُس وقت کچھ احمدی بھی اُکھڑے اُکھڑے سے نظر آتے تھے۔ تب میں بانی سلسلہ کے سرہانے جا کر کھڑا ہو گیا اور میں نے خدا تعالیٰ کو مخاطب کر کے یہ عرض کی کہ اگر ساری جماعت بھی مرتد ہو جائے تو میں اس مشن کو پھیلانے کے لئے جس کے لئے تو نے اِن کو مبعوث فرمایا تھا کوشش کروں گا اور اس کام کے پورا کرنے کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کروں گا۔ خدا تعالیٰ نے میرے عہد میں ایسی برکت دی کہ احمدیت کے مخالف ہمارے عقیدوں کے متعلق خواہ کچھ کہیں یہ تو ان میں سے کوئی ایک فرد بھی نہیں کہہ سکتا کہ بانی سلسلہ احمدیہ کی وفات پر جماعت کو جو طاقت حاصل تھی اتنی طاقت آج

جماعت کو حاصل نہیں ۔ ہر شخص اقرار کرے گا کہ اس سے درجنوں گنے زیادہ طاقت اِس وقت جماعت کو حاصل ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر جناح کی وفات کے بعد اگر وہ مسلمان جو واقعہ میں ان سے محبت رکھتے تھے اور ان کے کام کی قدر کو پہچانتے تھے سچے دل سے یہ عہد کر لیں کہ جو منزلِ پاکستان کی انہوں نے تجویز کی تھی ، وہ اس سے بھی آگے اسے لے جانے کی کوشش کریں گے اور اس عہد کے ساتھ ساتھ وہ پوری تن دہی سے اس کو نباہنے کی کوشش بھی کریں تو یقیناً پاکستان روز بروز ترقی کرتا چلا جائے گا اور دنیا کی مضبوط ترین طاقتوں میں سے ہو جائے گا۔

حیدرآباد کے معاملہ کے متعلق بھی میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر مسلمان حوصلہ سے کام لیں تو حیدرآباد کا مسئلہ کوئی نا قابل تلافی مصیبت نہیں ۔حق تو یہ ہے کہ حیدرآباد اپنے حالات کے لحاظ سے انڈین یونین میں ہی شامل ہونا چاہئے تھا جس طرح کہ کشمیر اپنے حالات کے لحاظ سے پاکستان میں ہی شامل ہونا چاہئے ۔ میں تو شروع دن سے مسلمانوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا رہا ہوں اور میرے نزدیک اگر حیدرآباد اور کشمیر کے مسئلہ کو اکٹھا رکھ کر حل کیا جاتا تو شاید اُلجھنیں پیدا ہی نہ ہوتیں لیکن بعض دفعہ لیڈر عوام الناس کے شدید جذبات سے اتنے مرعوب ہوتے ہیں کہ وہ وقت پر صحیح رستہ اختیار ہی نہیں کر سکتے ۔ حیدرآباد کی پُرانی تاریخ بتا رہی ہے کہ حیدرآباد کے نظام کبھی بھی لڑائی میں اچھے ثابت نہیں ہوئے ۔ چونکہ میرے پردادا اور نظام الملک کو ایک ہی سال میں خطاب اور عہدہ ملا تھا ، اِس لئے مجھے اس خاندان کی تاریخ کے ساتھ کچھ دلچسپی رہی ہے ۔ ۱۷۰۷ء میں ہی ان کو خطاب ملا ہے اور ۱۷۰۷ء میں ہی میرے پردادا مرزا فیض محمد خاں صاحب کو خطاب ملا تھا ۔ ان کو نظام الملک اور ہمارے پردادا کو عضدالدولہ ۔ اِس وقت میرے پاس کاغذات نہیں ہیں ۔ جہاں تک عہدے کا سوال ہے ، غالبًا نظام الملک کو پہلے پانچ ہزاری کا عہدہ ملا تھا لیکن مرزا فیض محمد صاحب کو ہفت ہزاری کا عہدہ ملا تھا ۔ اُس وقت نظام الملک باوجود حیدرآباد دکن میں شورش کے دلّی میں بیٹھے رہے اور تب دکن گئے تھے جب دکن کے فسادات مٹ گئے تھے ۔ سلطان حیدر الدین کی جنگوں میں بھی حیدرآباد نے کوئی اچھا نمونہ نہیں دکھایا تھا ۔ مرہٹوں کی جنگوں میں بھی اس کا رویہ اچھا نہیں تھا ۔ انگریزوں کے ہندوستان میں قدم جمنے میں بھی حیدرآباد کی حکومت کا بہت کچھ دخل تھا مگر جہاں بہادری کے

معاملے میں نظام کبھی اچھے ثابت نہیں ہوئے وہاں عام دُور اندیشی اور انصاف اور علم پروری میں یقیناً یہ خاندان نہایت اعلیٰ نمونہ دکھاتا رہا ہے اور اسی وجہ سے کسی اور ریاست کے باشندوں میں اپنے رئیس سے اتنی محبت نہیں پائی جاتی جتنی کہ نظام کی رعایا میں نظام کی پائی جاتی ہے۔ انصاف کے معاملہ میں میرا اثر یہی رہا ہے کہ حیدر آباد کا انصاف برطانوی راج سے بھی زیادہ اچھا تھا۔ ہندو مسلمان کا سوال کبھی نظاموں نے اُٹھنے نہیں دیا اور ان خوبیوں کی وجہ سے وہ ہمیشہ ہی ہندوستان کے مسلمانوں میں مقبول رہے۔ لیکن جہاں یہ صحیح ہے کہ حیدر آباد کا نظام خاندان کبھی بھی جنگی خاندان ثابت نہیں ہوا، وہاں یہ بھی درست ہے کہ حیدر آباد کی رعایا بھی جنگی رعایا نہیں۔ کوئی نئی روح ان کو جنگی بنا سکتی تھی مگر نواب بہادر یار جنگ کی وفات کے بعد وہ نئی روح حیدر آباد میں نہیں رہی۔ سید قاسم رضوی کے جاننے والے جانتے ہیں کہ بہادر یار جنگ والی روح ان میں نہیں۔ بہادر یار جنگ علاوہ اعلیٰ درجہ کے مقرر ہونے کے عملی آدمی تھے۔ قاسم رضوی صاحب مقرر ضرور ہیں مگر اعلیٰ درجہ کے عملی آدمی نہیں ہیں۔ شہزادہ برار کے اندر بھی کوئی ایسی روح نہیں۔ شہزادہ برار نے آج سے اکیس سال پہلے بعض مہاسبھائی ذہنیت کے لوگوں سے ایک خفیہ معاہدہ کیا تھا جس میں یہ اقرار کیا تھا کہ جب بھی میں برسرِ حکومت آؤں گا میں فلاں فلاں رعائتیں ہندو قوم کو دوں گا۔ یہ معاہدہ ان کے ایک مخلص مصاحب کے علم میں آ گیا اور اس نے ان کے کاغذات میں سے وہ معاہدہ نکال کر مجھے پہنچا دیا۔ اُس وقت معلوم ہوا کہ شہزادہ برار کو کوئی جیب خرچ نہیں ملتا تھا اور بعض ہندوؤں نے اُن کو روپیہ دینا شروع کر دیا تھا۔ جس کی بناء پر انہوں نے یہ معاہدہ کیا تھا۔ میں نے اس معاہدہ کی اطلاع گورنمنٹ آف انڈیا کو دی اور اس کو توجہ دلائی کہ اتنی بڑی سلطنت کے ولی عہد کو کوئی جیب خرچ نہ ملنا نہایت خطرناک بات ہے اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے اس حقیقت کو محسوس کرتے ہوئے حکماً شہزادے کا جیب خرچ مقرر کروایا جو غالباً دس ہزار یا بیس ہزار روپیہ ماہوار تھا۔ ایسے انسان سے کیا امید کی جا سکتی تھی کہ وہ اس نازک وقت میں اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر قوم کی راہنمائی کرے گا۔

پس حیدر آباد کا واقعہ گو مسلمانوں کے لئے نہایت ہی تکلیف دہ ہے لیکن جو کچھ اس وقت

ہوا ہے تاریخی واقعات کی ایک لمبی زنجیر کی آخری کڑی ہے۔ بیشک آج مسلمان اس بات کا خیال کر کے بہت ہی شرم محسوس کرتے ہیں کہ تین دن پہلے مسلمانوں کے لیڈر حیدرآباد سے یہ براڈ کاسٹ کر رہے تھے کہ ہم دلّی کے لال قلعہ کی طرف آ رہے ہیں اور تین دنوں کے اندر اندر انہوں نے ہتھیار بھی ڈال دیئے اور ان ساری امیدوں کو چھوڑ دیا جو رُبع صدی سے اپنے دلوں میں لئے بیٹھے تھے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ ابتلاء بھی اگر پاکستان کے مسلمانوں کے عزم کو اور بلند کرنے کا موجب ہو جائے تو بلاءِ زحمت نہیں بلکہ بلاءِ رحمت ثابت ہوگا۔

خدا تعالیٰ تمام دُنیوی دروازے بند کر کے مسلمانوں کو بلا رہا ہے کہ میری طرف آؤ۔ خدا کی رحمت کا دروازہ اب بھی کھلا ہے کاش! مسلمان اپنی آنکھیں کھولیں اور اس کی آواز پر لبیک کہیں۔ اسلام کا جھنڈا سرنگوں نہیں ہوسکتا۔ خدا کے فرشتے جَوّ میں اس کو اونچا رکھیں گے۔ ہمیں تو اس بات کی فکر کرنی چاہیئے کہ خدا کے فرشتوں کے ہاتھوں کے ساتھ ہمارے ہاتھ بھی اس جھنڈے کو سہارا دے رہے ہوں۔ اے خدا! تو مسلمانوں کی آنکھیں کھول تا کہ وہ اپنے فرض کو پہچانیں، تیری آواز کو سنیں اور اسلام پھر دنیا میں معزز اور مؤقر ہو جائے۔

(الفضل لاہور ۲۱ ؍ستمبر ۱۹۴۸ء)